سلسلہ اشاعت امامیہ مشن لکھنؤ نمبر ۱۹۳

استقامت علی الحق کا معیاری نمونہ

از

سرکار سید العلماء مدظلہ

قیمت ۱/

سرفراز قومی پریس، لکھنؤ

تعارف

یہ سرکار سید العلماء دام ظلہ کی وہ تقریر ہے جو ممدوح نے ۵ جون ۱۹۵۵ء کو سیتاپور کے "حسین ڈے" میں فرمائی تھی اب ہم اس کو رسالہ کی صورت میں پیش کر رہے ہیں۔

افراد ملت سے استدعا ہے کہ اس رسالہ کی بھی کثیر سے کثیر تعداد خرید فرما کر یوم عاشور و اربعین اپنے اپنے مقامات پر تقسیم فرمائیں اور عنداللہ و عند الرسولؐ ماجور ہوں۔

الداعی الی الخیر

سید ابن حسین نقوی عفی عنہ

آنریری سکریٹری امامیہ مشن

نخاس لکھنؤ

محرم ۱۳۷۶ھ

اگست ۱۹۵۶ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا فلا خوف علیہم ولا ہم یحزنون۔
وہ جن لوگوں کا قول یہ ہے کہ ہمارا مالک اللہ ہے اور وہ پھر اس پر برقرار بھی
رہتے ہیں نہ اُن کے لیے کوئی خوف ہے اور نہ انھیں رنج ہوگا،
قول یہ ہے،، اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ لفظیں زبان پر ہیں بلکہ مقصود سے
مراد ہے ان کا اصول حیات جو اُن کے لوح دل پر نقش ہے،
اکثر جگہ قول کا استعمال جو قرآن میں ہے وہ اس معنی سے ہے جیسے قل ان
صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین یہ کوئی ورد نہیں ہے جس کے
زبان سے دہرانے کا حکم ہو بلکہ یہ ایک حقیقی مسلم کا نصب العین ہے جسے پیش کیا جا رہا
ہے اسی طرح قل ھو اللہ احد، اس کا بھی مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ الفاظ تمھاری
زبان سے ادا ہونا چاہیں بلکہ تمھارے پیش نظر ہمیشہ یہ رہنا چاہیے، تمھارا عقیدہ
یہ چاہیے، تمھاری زندگی سراپا اس حقیقت کا اعلان ہونا چاہیے،
اُن کا قول کیا ہے وہ یہ کہ ہمارا مالک اللہ ہے، اللہ وہ بلند و برتر ذات جس سے
بزرگ و برتر کوئی دوسرا تصور ہونا ممکن نہیں، اور وہ ذات جو نیکی ہی کو پسند
کرتی ہے اور بدی سے ممانعت کرتی ہے، جب یہ ذہن میں رہے گا کہ ہمارا مالک وہ ہر

تو انسان سچائی اور اچھائی کے راستے سے منحرف نہ ہو گا کیونکہ انسان ازروے فطرت نیکی اور سچائی کو پسند کرتا ہے لیکن طمع اور خوف کے جذبات اس کو برائیوں کی طرف لے جاتے ہیں، اگر اللہ کے مالک ہونے کا تصور رہا تو کوئی طمع اور خوف اس کو متاثر نہیں بنا سکتا۔

پھر یہ کہ انسان جب اپنے کو مستقل وجود سمجھتا ہے تب ہی خطروں کا خیال کرتا ہے، مگر جب اپنے نفس کا مالک اللہ کو سمجھ لیا تو وہ خطروں سے بے نیاز ہو جائیگا، وہ مالک ہے لہذا اُسے باقی رکھنا ہے تو باقی رکھے، اور اُٹھا لینا ہے تو اُٹھا لے۔ یہی تصور راہ حق میں بڑی سے بڑی قربانی کے لیے تیار کر دینے کا ضامن ہے،

حضرت امام حسینؑ کے سامنے یہ تصور بدرجۂ اتم تھا پھر یہی احساس کہ ہمارا مالک اللہ ہے یزید کی بیعت سے انکار کا ذمہ دار تھا، جب اللہ کو اپنا مالک مان لیا تو اب کسی یزید کی بیعت کہاں ممکن ہے۔

انھیں اللہ کے مالک ہونے کا تصور کوئی حادث تصور نہ تھا، وہ تو ان کی رگ و پے میں سرایت کئے ہوئے تھا، اسکے بعد یزید کی بیعت اُن کے لیے ممکن ہی نہ تھی۔

اس تصور راسخ کے ناقابل تبدیل تقاضوں پر سختی کے ساتھ قائم و برقرار رہنا ہی وہ "استقامت" ہے جس کا قرآن مجید نے تذکرہ کیا ہے ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا،

اب اسی استقامت کو چاہے دُنیا ضد سے تعبیر کرے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ

امام حسینؑ نے مشیروں کا کہنا نہیں مانا، ضد سے کام لیا، وہ بڑے ضدی تھے، میں کہتا ہوں کہ اگر اس کا نام ضد ہے تو کون نبی تھا جس نے ضد سے کام نہیں لیا۔ جناب ابراہیمؑ بتوں کی مخالفت سے باز آجاتے تو آگ میں کیوں پھینکے جاتے، جناب موسیٰؑ فرعون کی ہدایت ترک کر دیتے تو مصر سے کیوں نکلنا پڑتا، یحییٰؑ نے بادشاہ وقت کو اسکی خواہش کے مطابق مسئلہ بتا دیا ہوتا تو ان کا سر کیوں قلم کیا جاتا، بلکہ ضد اگر اسی کا نام ہے تو سب سے پہلے اس فہرست میں خود حضرت رب العزت کا تذکرہ آنا چاہیے، اس لئے کہ جو نبی آتا تھا اس کی تکذیب کی جاتی تھی، اُسے ایذائیں پہونچائی جاتی تھیں یا اُسے قتل کر دیا جاتا تھا اور وہ تھا کہ نبی کے بعد نبی بھیجے ہی چلا جاتا رہا۔

مگر واقعہ یہ ہے کہ جو باطل پر قیام ہو وہ مذموم ہوتا ہے اور جو حق پر قیام ہو، وہ ہوتا ہے صبر و ثبات اور استقلال اور اسی کو قرآن مجید میں کہا گیا ہے "استقامت" حق پر استقامت کا نتیجہ کیا ہے؟ فلا خوف علیہم ولا ھم یحزنون "جنھیں یہ احساس ہے کہ ہمارا مالک اللہ ہے، اور وہ اس پر قائم و برقرار رہتے ہیں انھیں نہ قبل وقوع واقعہ خطرہ ہوگا اور نہ بعد وقوع واقعہ افسوس ہوگا"۔

اب اس معیار پر واقعات کی روشنی میں دیکھئے کہ واقعہ کربلا کے پہلے خوف کسے تھا؟ حسینؑ کو یا اُن کے مخالفین کو، اور بعد وقوع افسوس کسے ہوا؟ حسینؑ کو یا یزید کو؟

ظاہری اسباب کی بنا پر تو سلطنت وقت کو خوف کی کوئی وجہ نہ تھی اس لیے کہ

تمام عالم اسلامی بیعت کر چکا تھا۔ محدودے چند تھے، جنھوں نے بیعت نہیں کی تھی ان میں بھی بعض کے متعلق معلوم تھا کہ وہ کمزوروں کے اشخاص ہیں، مضبوط ارادے کے مالک جو تھے وہ ایک حضرت امام حسینؑ تھے، پھر بھی یزید مبتلائے خوف تھا۔

حضرت امام حسینؑ سے طلب بیعت خود خوف کا نتیجہ تھا، وہ جانتا تھا کہ سب سہی مگر حق میری طرف نہیں، یہی خلش کہ حق میری طرف نہیں محرک ہوئی کہ علم بردار حق سے بیعت لی جائے، یزید جانتا تھا کہ حسینؑ کو امت اسلامیہ پر حکومت کا حق ہے اور حقیقی سردار مسلمانوں کے حسینؑ ہیں، یہی جو رقابت ہو سکتی تھی ورنہ بادشاہ کو فقیر سے۔ ایک صاحب تاج و تخت، مالک جاہ و حشم کو ایک زاہد گوشہ نشین سے، رقابت کے معنی ہی کیا ہیں۔

پھر اگر یزید کی حکومت بنام دنیا ہوتی تو بھی یہ کد نہ ہوتی، مگر وہ حکومت تو بنام دین تھی بنام جانشینی رسولؐ تھی، اور حسینؑ محافظ دین اسلام اور حقیقی جانشین رسولؐ تھے، بس یہ وجہ عناد و مخالفت تھی اور یہ خوف تھا کہ نہ جانے کب دنیا اصل مرکز کی طرف کھنچ جائے، اس لیے حصول بیعت کی فکر تھی۔

مگر حسینؑ —— وہ مطمئن تھے۔ انھیں کوئی خوف نہ تھا کیونکہ وہ اللہ کو اپنا رب سمجھتے تھے۔ جب اُنھوں نے کہا کہ میں بیعت نہیں کرونگا تو چاہے دنیا نہ سمجھتی ہو مگر وہ جانتے تھے کہ اسکے نتائج کیا ہوں گے، انھوں نے سب کچھ سمجھ کر کہا تھا کہ میں بیعت نہیں کروں گا، اس کے مفہوم میں یہ سب داخل تھا کہ بیعت نہیں

کروں گا چاہے وطن چھوڑنا پڑے۔ بیعت نہیں کرونگا چاہے سب انصار قتل ہوجائیں بیعت نہیں کرونگا، چاہے برابر کا بھائی، جوان بیٹا، بھتیجے، بھانجے سب کام آجائیں۔

دنیا نے دیکھ لیا کہ حسینؑ نے اس وقت انکار کیا جب تمام انصار و اعزا موجود تھے اور حسینؑ اس وقت بھی انکار پہ قائم رہے جب کوئی پاس نہ رہا بلکہ اس وقت بھی جب سر قلم کر دیا گیا، یزید کا طلب بیعت تھا خوف کا نتیجہ، اور امام حسینؑ کا انکار بیعت تھا بے خوفی کا نتیجہ۔

اس کے بعد یہ کیا یزید اور ابن زیاد کے ذرائع خبر رسانی یہ نہ بتا رہے تھے کہ امام حسینؑ کے ساتھ کتنے آدمی ہیں۔ تو پھر ذرا غور کیجیے کہ عام نظام اسباب کے مطابق سو ڈیڑھ سو افراد کے لیے کتنی فوج درکار ہے؟ ظاہر ہے کہ زیادہ سے زیادہ پانچ سو اور زیادہ سے لیجیے ایک ہزار۔ پھر کربلا میں یہ تیس ہزار فوج کیوں اکٹھا کی گئی؟ یہ صرف خوف کا اثر ہو سکتا ہے جو بے اطمینانی ضمیر کا نتیجہ ہے، حقانیت کی بے پناہ طاقت سے یہ دھڑکا لگا ہوا تھا کہ جو فوج بھیجی جائے اسی میں کے بہت سے افراد کہیں حسینؑ کی طرف نہ چلے جائیں، اس خطرہ کی صحت حُر کی شکل میں ظاہر ہو گئی،

لشکر کی تعداد کا بڑھانا خود ان میں سے ہر فرد کے ضمیر پہ دباؤ ڈالنا تھا۔ اب کسی ایک کا اس فوج سے الگ ہونا تیس ہزار کے قصد و آہنگ سے جنگ کرنا تھا، نفسیاتی طور پر ساتھیوں کی کثرت ہر فرد کے لیے بہت شدید زنجیر ہوتی ہے،

اس کے لیے ایسا ہی قوی ارادہ کا مالک تیار ہو سکتا تھا جو تیس ہزار کے متحدہ راستے کے خلاف اپنا جادہ بنا سکے۔

یہ تو اُدھر کے خوف کا عالم تھا اور امامؑ کی بے خوفی دیکھیے کہ جو جماعت قلیل ساتھ تھی اُسے بھی رخصت کر رہے تھے، ایک فقرہ تو امامؑ نے ایسا کہہ دیا تھا کہ شاید اصحاب بھی یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے ہوں گے کہ کہیں واقعی امامؑ ہمیں رخصت کر دینا ہی تو مناسب نہیں سمجھتے۔ وہ فقرہ یہ تھا کہ "میرے عزیزوں کو بھی اپنے ساتھ لیتے جاؤ، حالانکہ اس ارشاد میں اس کا اظہار مضمر تھا کہ یہ ساتھ چھوڑنے کی تحریک بے اعتمادی یا بیگانگی کے احساس کی بنا پر نہیں ہے اور بے اعتمادی کا تصور یوں بھی ختم فرمایا کہ آپ نے وفاداری کی سند پہلے ہی دے دی تھی کہ انی لا اعلم اصحابا اوفیٰ من اصحابی ولا اہلبیت ابر ولا اوصل من اہل بیتی

یہ بے خوفی کا اعلان نہیں تو اور کیا ہے کہ امامؑ اصحاب کی زندگیاں اُن کو واپس کیے دیتے ہیں اور وہ انھیں امامؑ کے قدموں پر ڈالے دیتے ہیں، آپ اُن سے بے نیاز اور وہ اپنی زندگیوں سے بے نیاز۔

اسی کا نتیجہ ہے کہ ان میں کوئی بچہ بھی خائف نہیں اور ان میں سے کسی کے قدم میں ذرہ بھر تزلزل نہیں۔ مگر وہ تیس ہزار کا لشکر، انھوں نے روز عاشورا کتنی بار میدان چھوڑ دیا۔

اب لیجیے حزن کو۔ حزن سے مراد کسی مصیبت سے متاثر ہونا یا تکلیف کا

ساس کرنا نہیں ہے بلکہ یہ افسوس ہوتا ہے کہ ہم نے کیوں ایسا کیا جس کا نتیجہ اس صورت میں رونما ہوا۔

واقعۂ کربلا کے بعد ادھر شادیانے بج رہے ہیں، خوشی سے عیدیں ملی جارہی ہیں مگر حقیقت میں افسوس ہے۔ افسوس احساس شکست ہے، یزید کا یہ کہنا کہ خدا ابن مرجانہ پر لعنت کرے اس نے کیوں ایسا کیا۔ یہ اسی افسوس کا مظاہرہ ہے۔ اسی افسوس کو آج تک یزید کی برأت ثابت کرنے کے لیے اس کے ہوا خواہوں کی طرف سے پیش کیا جاتا ہے، مگر یہ برارت کا دعویٰ غلط ہے،

بدیہی ثبوت اس کا کہ یزید ہی واقعۂ کربلا کا ذمہ دار تھا یہ ہے کہ اگر ابن زیاد نے اتنا بڑا اقدام بطور خود کیا تھا تو واقعۂ کربلا کے بعد اُسے حکومت سے کیوں معزول نہ کیا گیا۔ حالانکہ اہلبیتؑ کے ساتھ ذرا بھی مراعات کرنے والا ہر حاکم معزول کیا گیا، مگر یہ شکست کے احساس کے بعد افسوس تھا جو ہر باطل پرست کو کبھی نہ کبھی ہونا لازمی ہے۔

مگر امام حسینؑ اور اُن کے ساتھیوں میں سے کسی اور کا کیا ذکر، کسی بچہ تک کو یہ افسوس نہیں ہوا کہ امام حسینؑ نے بیعت کیوں نہ کی، حالانکہ کربلا کے مصائب تدریجی طور پر وقوع میں آئے، اگر کسی وقت افسوس ہوا ہوتا تو طرز عمل میں تبدیلی ہو جاتی اور مصائب سے بچنے کی تدبیر اختیار کی جاتی،

کسے افسوس ہوا؟ اسکا ایک بدیہی ثبوت، یہ ہوگا کہ دیکھیے کہ یزید اور اسکے جانشینوں

نے مطالبۂ بیعت سے دستبرداری کی یا حضرت امام حسینؑ کے جانشینوں نے انکار بیعت کیے؟

یہ واقعہ ہے کہ حضرت امام حسینؑ کے بعد یزید نے آپ کے پس ماندگان میں سے کسی سے بھی بیعت طلب نہیں کی، اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنے مطالبہ سے ہٹ گیا اور ان حضرات میں سے کسی نے اپنے وقت کے حاکم کی بیعت نہیں کی

پھر آخر میں ایک اور ثبوت اس کا ملاحظہ ہو کہ جسے افسوس ہوتا ہے وہ واقعہ کو چھپانا چاہتا ہے اور جو خوش ہوتا ہے وہ اس کا اظہار کرتا ہے۔

اب آج تک دیکھ لیجئے کہ یزیدی جماعت کے افراد واقعۂ کربلا کے اظہار کو ناپسند کرتے بلکہ ہر طرح اُسکے چھپانے کے درپے ہوتے ہیں، اور حسینی جماعت کے افراد اس کی یادگاریں قائم کرتے اور اس کے ذکر کو بہر صورت زندہ رکھنے میں کوشاں رہتے ہیں، اس سے ظاہر ہے کہ حسینی جماعت کو کارنامۂ حسینی پر بالیدگی اور فخر ہے" اور وہ فخر اس کا ہے کہ حسینی قربانی نے حق و باطل کا امتیاز ہمیشہ کیلئے قائم کر دیا جو آپکا حقیقی نصب العین تھا۔

پبلشر مرزا حیدر حسین اسسٹنٹ سکریٹری امامیہ مشن۔ لکھنؤ

امامیہ مشن کی ممبری قبول فرما کر نصرت اہلبیتؑ کا فریضہ ادا کیجیے

تفصیل چندہ کا

(۱) سرپرستان ادارہ	کم از کم پانچسو روپیہ یکمشت
(۲) مربیان ادارہ	کم از کم سو روپیہ 〃
(۳) ارکان دوامی (لائف ممبر)	کم از کم پچاس روپیہ 〃
(۴) ارکان خصوصی	کم از کم پانچ روپیہ سالانہ
(۵) ارکان عمومی	کم از کم ایک روپیہ سالانہ

سرپرستان و مربیان کی خدمت میں رکنیت سے قبل و بعد کے تمام رسائل بلا طلب و بلا قیمت ارسال ہوتے ہیں۔

ممبران دوامی کی خدمت میں ممبری کے بعد شائع ہونے والے تمام رسائل بلا طلب و بلا قیمت ارسال ہوتے ہیں اور قبل کے رسائل اگر خریدنا چاہیں تو صرف نصف قیمت لی جاتی ہے۔

ممبران خصوصی کی خدمت میں بھی ممبری کے بعد شائع ہونیوالے تمام رسائل بلا طلب و بلا قیمت ارسال ہوتے رہتے ہیں۔ اور سابقہ رسائل کی پوری قیمت لیجاتی ہے۔

ممبران عمومی کو ممبری کے بعد شائع ہونیوالے تمام رسائل بشرط طلب نصف قیمت پر دیئے جاتے ہیں اور سابقہ رسائل اگر خریدنا چاہیں تو پوری قیمت چارج کی جاتی ہے۔

(فارم ممبری اور فہرست رسائل وغیرہ طلب فرمانے پر فوراً ارسال خدمت ہوں گی)

الداعی سید ابن حسین نقوی آنریری سکرٹری امامیہ مشن لکھنؤ

واقعۂ کربلا پر لٹریچر

نمبر شمار	نام رسالہ	قیمت
	اردو رسائل	
۱	قاتلان حسینؑ کا مذہب اردو	/۶
۲	حسینؑ اور اسلام اردو	/۴
۳	" " انگریزی	/۱۲
۴	محاربۂ کربلا	/۳
۵	اثبات عزاداری	/۶
۶	شہدائے کربلاؑ حصہ اول	
۷	" دوم	/۷
۸	" سوم	/۶
۹	اسیری اہل حرمؑ	/۳
۱۰	منظوم کربلاؑ	/۳
۱۱	عزائے حسینؑ پر تاریخی تبصرہ	/۱۲
۱۲	سامان عزا	/۲
۱۳	شجاعت کے مثالی کارنامے	/۴
۱۴	علمدار کربلاؑ	/۲
۱۵	معصوم شہزادیؑ	/۲
۱۶	صدیقہ صغریٰؑ	/۲
۱۷	شیرخوار مجاہدؑ	/۲

نمبر شمار	نام رسالہ	قیمت
۱۸	بین الاقوامی شہید اعظم حسینؑ ابن علیؑ	۱/
۱۹	منازل الآلام (حالات سفر اہلبیت)	/۵
۲۰	ذوالجناح	/۲
	انگریزی رسائل	
۱	حسینؑ ان دی پلین آف کربلا	/۲
۲	دی لاسٹ میسج آف حسینؑ	/۳
۳	دی مارٹر آف کربلا	/۲
۴	امام حسینؑ میسج ٹو دی نیشن	/۲
۵	محرم	/۲
۶	آفٹر کربلا	/۴
۷	دی مارٹر انٹرنیشنل	/۲
۸	ذوالجناح	/۲
	ہندی رسائل	
۱	محرم کا سامان	/۳
۲	حسینؑ اور ہندوستان	/۳
۳	کربن نگری	/۴
۴	مہان انترانتریہ شہید	/۲
۵	امر سیانی (سوانح امام حسینؑ)	/۴

ملنے کا پتہ :- امامیہ مشن - نخاس - لکھنؤ

پبلشر مرزا حیدر حسین اسسٹنٹ سکریٹری امامیہ مشن۔ لکھنؤ